Downloaded From http://Paksociety.com

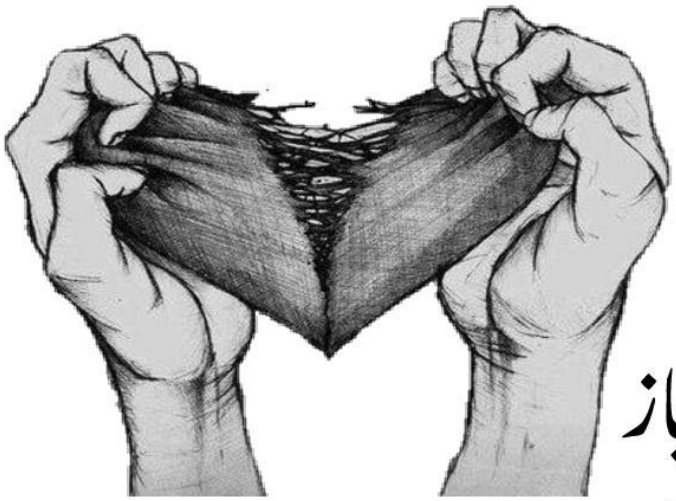

عمرِ زیاں

فرح اعجاز

وہ چھت پر کھڑے سامنے غفور صاحب کے گھر میں ان کی نازوں پلی بیٹی کو باغ میں ٹہلتے سیل فون پر بات کرتے اور اپنی لٹوں سے کھیلتے بڑے انہماک سے دیکھ رہے تھے۔ گوری چٹی آسیہ بھی شاید جانتی تھی کہ کوئی احمقوں کی طرح اسے تکے جارہا ہے۔ اس لئے کچھ زیادہ ہی ہوش ربا ادائیں دکھا رہی تھی۔

شہیر بھائی!

وہ جو پھوپھو کے کہنے پر انہیں بلانے اوپر چھت پر آئی تھی۔ انہیں یوں انہماک سے سامنے والے گھر میں جھانکتا دیکھ کر کوفت سی ہوئی تھی۔ پھر پکارا تھا ان کا نام۔ مگر شہیر میاں تو آسیہ کو تاڑنے میں مصروف تھے اس کی سریلی آواز کہاں سن پاتے۔ جھنجھلا کر وہ ان کے قریب آئی تھی اور ان کی پشت کے پیچھے سے آسیہ کو دیکھا تھا۔۔ آسیہ اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ عجیب چچوری سی تھی۔ الٹرا ماڈرن اور ذرا بے باک سی فلرٹی ٹائیپ۔۔ مگر اکلوتے ایک کزن کی منظورِ نظر۔

شہیر رررررررر بھا آئی۔۔۔۔۔!!!!

اب کے بہت زور دار بلکے پاٹ دار طریقے سے اس کا نام لیا تھا ۔۔ اور شہیر میاں جو بہت ضروری کام میں مصروف تھے۔ اچھل ہی پڑے اپنی جگہ سے۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے۔ وہ ذرا تپے اور جھنجھلائے لہجے میں اس کی طرف مُڑے تھے۔ اور اسے خونخوار نظروں سے گھورا تھا۔

پھوپھو بلا رہی ہیں آپ کو نیچے۔ بل جمع کرانا ہے آخری تاریخ ہے آج اور آپ یہاں اپنے چچوری شوق میں لگے ہوئے ہیں۔

وہ لگی لپٹی رکھے بغیر بولی تھی تو تلملا اٹھے۔۔ مگر کچھ جواب دے کر اس منہ پھٹ کے منہ لگنے سے بہتر نیچے جانے میں عافیت جانی اور سیڑھیاں اتر گئے۔

☆ ☆ ☆ ☆

اماں!

شہیر اتنی زور سے کیوں چلا رہے ہو۔۔ ذرا آہستہ بولو۔

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

اماں نے گھر کا تھا انہیں تو شہیر میاں سلگ ہی اٹھے۔

مجھے تو آپ ذرا سا زور سے بولنے پر ڈانٹ ڈپٹ کر رہی ہیں اور وہ آپکی چہیتی پھٹے ہوئے ڈھول کی طرح ہر وقت بجتے رہتی ہے اسے کچھ نہیں کہتیں۔

ارے اتنا پیارا دھیما بولتی ہے عروسہ اور اسے پھٹے ہوئے ڈھول سے ملا رہے ہو۔

ہاں اماں وہ ہی ایک سگی ہے آپ کی۔ میں تو پڑوسی کا بچہ ہوں نا۔

وہ ذرا روٹھے روٹھے لہجے میں بولے تھے۔ تو اماں مسکرا دیں۔

تم تو میرے شہزادے بیٹے ہو جانِ اماں ہو۔ تم دونوں میری آنکھ کا تارا ہو۔

اگر کچھ اچھے الفاظ مجھ غریب کے لئے نکل ہی آتے ہیں تو ساتھ میں اس میسنی کی شراکت ضروری ہے کیا۔

وہ تلملائے سے لہجے میں بولے تھے تو اماں نے انہیں گھورا تھا ۔

تم دونوں ہی میرے لئے برابر ہو شہیر۔ وہ بن ماں باپ کی بچی نے آخر تمہارا کیا بگاڑا ہے جو اس کے ہر وقت پیچھے پڑے رہتے ہو۔

اچھا اب آپ ناراض نہ ہوں میں آپ کی چہیتی کو کچھ نہیں بولتا۔

وہ ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ذرا لاڈ سے بولے تھے۔

اچھا چلو اب بجلی اور گیس کا بل جمع کرنا ہے آج آخری تاریخ ہے۔ جلدی جاؤ گے تو رش کم ملے گا ورنہ۔

اچھا اماں اور کچھ چاہئے بازار سے تو بتا دیں۔

ہاں مجھے تو نہیں لیکن عروسہ سے پوچھتی ہوں۔۔ ذرا رکو۔۔۔ اماں مجھے دیر ہو رہی ہے۔ اس سے کہیں خود لے کر آ جائے۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔۔

عروسہ کا سن کر تھوڑے بدمزاہ ہوئے تھے اور جلدی سے اپنی بات مکمل کر کے باہر نکل گئے۔۔ پیچھے اماں آوازیں دیتی رہ گئیں۔ عروسہ ان کے ماموں کی اکلوتی بیٹی تھی۔۔ پانچ سال کی عمر سے ہی اسے اپنے گھر دیکھ رہے تھے۔ انہیں اس سے پہلے کبھی بری نہیں لگی تھی۔ مگر جب ماموں اور مامی کار ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گئے تو عروسہ جو اس دن دو تین گھنٹے کے لئے رہنے آئی تھی فقط ہمیشہ کے لئے انہی کے گھر ڈیرا ڈال لیا۔ پہلے پہل تو اتنی برٰی نہیں لگتی تھی انہیں۔ وہ اس وقت آٹھ سال کے تھے اور عروسہ پانچ سال کی۔ وہ اس کی دل جوئی کی بھی کوشش کرتے رہتے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ سانولی سلونی گڑیا انہیں ڈائین لگنے لگی اور ایک عجب سی چڑ اور بغض نے دل میں جنم لیا تھا۔ وہ اسے اماں ابا کی محبت میں شریک سمجھنے لگے تھے بلکے ان کا خیال تھا کے ابا بھی عروسہ کو ان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اس لئے اور بھی اس کے خلاف ہو گئے۔ وہ سرخ و سفید رنگت کے مالک تھے۔ نقوش بھی اچھے پائے تھے۔ ان کی بڑی بڑی بھوری آنکھیں کسی کو بھی اپنے سحر میں جکڑ سکتی تھیں۔۔۔ اور انہیں اپنی وجاہت کا احساس بھی بہت اچھی طرح سے تھا۔ اور لڑکیوں سے فلرٹ بھی کرنا اپنا قومی فریضہ سمجھ کر کرتے تھے۔ سی اے کیا ہوا

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

تھا اور مزید سرٹفائیڈ کورسز بھی کر رہے تھے ۔ لیکن جاب لیس تھے ۔ اور ان کے چڑ چڑے پن کی ایک بنیادی وجہ نوکری کا نہ ملنا بھی تھا۔ ان کے بر خلاف عروسہ دھیمے مزاج کی قدرے سانولی رنگت اور کھڑے نقوش کی مالک تھی ۔ اماں نے شرافت گھٹی میں گھول کر پلادی تھی اسے ۔ انٹر کے بعد عروسہ نے جب دیکھا کے پھو پھو کی طبعیت اب ویسی نہیں رہتی ۔ جوڑوں کے درد اور ڈائیبٹیس کی وجہ سے وہ جلد تھک جاتی ہیں تو تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ اور گھر کی ساری ذمہ داری اپنے ناتواں کھاندوں پر اُٹھالی۔ وہ اپنے بیٹی ہونے کا حق ادا کر رہی تھی۔ ہاں اگر گھر میں کسی سے ٹھنی رہتی تھی تو شہیر سے ۔۔ چھتیس کا آنکڑا تھا دونوں کے درمیان ۔۔۔ کوئی محاذ سے پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔

☆ ☆ ☆ ☆

انڈیا اور پاکستان کا میچ چل رہا تھا۔ چپس کا پیکٹ ہاتھ میں لئے سوفے پر بیٹھے ٹی وی پر نظریں گاڑے وہ دنیا مافیا سے پوری طرح لاتعلقی کا ثبوت دے رہے تھے ۔۔۔ جب ہی وہ اس وقت چھوٹے سے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی ایک ہاتھ میں جھاڑو اور دوسرے میں گرد جھاڑنے والی جھاڑن (کپڑا) پکڑے۔ پہلے تو انہیں لاؤنج میں دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔۔۔ مگر پھر کندھے اچکا کر جھاڑو دینے لگی۔

ارے یہ کیا بد تمیزی ہے۔

ان کے جھنجھلاہٹ بھرے لہجے پر نظر اُٹھا کر دیکھا تھا انہیں۔ اور پھر اپنے کام میں جُٹ گئی۔

کیا بہری ہو گئی ہو۔ سنائی نہیں دے رہا میں کیا کہہ رہا ہوں۔

اب کہ قدرے غصے سے زمیں پر چپس کا پیکٹ پھیکا تھا۔۔

جی سن بھی لیا اور آپ کے دانتوں کا کچکچانا بھی دیکھ لیا۔ آپ دیکھ نہیں رہے میں کام کر رہی ہوں۔۔

کام کی بچی تم دیکھ نہیں رہی میچ چل رہا ہے اور تمہاری کھٹر پھٹر سے میں ڈسٹرب ہو رہا ہوں۔۔۔۔

شوق سے دیکھئے سڑے منہ کا میچ۔ کس نے روکا ہے آپ کو۔

وہ منہ بنا کر بولی تھی ان کی بات پر تو انکو تو پتنگے ہی لگ گئے۔

اے منہ سنبھال کر بات کرو۔ کلن کہیں کی۔ شکل دیکھی ہے تم نے اپنی۔

جی دیکھی ہے روز دیکھتی ہوں۔ آپ کی طرح سفید آٹے کی بوری نہیں ہوں۔ کبھی خود کی شکل ملاحظہ کی ہے آئینے میں۔

وہ اُلٹا ان پر چوٹ چل گئی تو آگ ہی لگ گئی انہیں اس کی بات سن کر۔

تمہاری تو۔۔۔۔۔

یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔

اماں کی آواز پر اسے کچھ اور سخت سناتے سناتے رہ گئے اور میچ ادھورا چھوڑ کر لاؤنج سے ہی نکل گئے۔۔

پھر کچھ اس نے الٹا سیدھا بولا ہے نا تمہیں۔۔

پھو پھو نے پوچھا تھا اس سے ۔ پھو پھو کی بات پر وہ انہیں رندھی شکل کے ساتھ دیکھے گئی بولی کچھ نہیں ۔۔ اس نے لڑائی میں کبھی پہل نہیں کی تھی ہمیشہ تند و تیز جملے شہیر کی زبان سے ہی اس کے خلاف نکلتے تھے۔ کبھی کلن کہتے تو کبھی

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

بلائے جان۔ چڑیل وغیرہ۔ وہ تو صرف جواب دیتی تھی ان کی باتوں کا۔ ان کی باتیں اس کا دل دکھاتی تھیں۔ مگر اوپر سے وہ سپاٹ انداز اپنائے رکھتی۔ جیسے اسے ان کی جلی کٹی باتوں کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

کوئی بات نہیں پھوپھو۔ میں بھی تو انہیں جواب دے دیتی ہوں۔۔۔ چپ تو میں بھی نہیں بیٹھتی۔۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی ان کے پوچھنے پر۔۔۔

مجھے تم دونوں کی سمجھ نہیں آتی بیٹا۔ میں تو تم دونوں کے لئے بہت کچھ سوچ رکھا ہے مگر تم دونوں۔

وہ ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی تھیں۔ اور بیچ میں بات ادھوری چھوڑ کر لاؤنج سے نکل گئیں۔ وہ خاموش سی ہو گئی تھی ان کی بات سن کر وہ جانتی تھی پھوپھو کیا چاہتی ہیں۔ مگر شہیر تو اس سے نفرت کرتے تھے۔ اس سے دور بھاگتے تھے۔ اور وہ۔ وہ کیا چاہتی تھی۔ بہت کچھ ان سے کہنا چاہتی تھی مگر تمام احساسات پر قفل ڈالے بیٹھی تھی۔ اپنے جذبات۔ اپنے احساسات کو خود سے بھی چھپائے ہوئے۔ اگر شہیر کو پتا چل جاتا کہ وہ ان کے بارے میں کیا محسوسات رکھتی ہے تو اسے تضحیک کا نشانہ بنا دیتے۔۔ اور انہیں اسے ٹیز کرنے کا ایک نیا موقع ہاتھ آجاتا۔ اس نے ان کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت ہی دیکھی تھی۔۔ انہوں نے کبھی اس سے نرمی سے بات ہی نہیں کی تھی۔ جتنا پھوپھو اور ابا اس سے پیار کرتے تھے اس کا خیال رکھتے تھے اتنا ہی وہ اس سے نفرت کا اظہار کر جاتے تھے۔ پھر بھی وہ ان کے سارے کام کر کے رکھتی تھی۔ اماں سے زیادہ اسے ان کی فکر رہتی تھی۔ مگر شہیر کو یہ سب کچھ کبھی نظر ہی نہیں آتا تھا۔ انہیں اگر نظر کچھ آتا تھا بھی تو اس کی وجہ سے اپنی خود ساختہ محرومی اور بس۔

☆ ☆ ☆ ☆

وہ غصے میں بھرے گھر سے نکلے تھے۔ اور اپنے دوست جو اسی گلی میں رہتا تھا کے گھر پہنچے۔ اس میسنی کی وجہ سے وہ انڈیا اور پاکستان کا یہ میچ کس طرح مِس کر سکتے تھے۔ بہر حال حامد صاحب انہیں اس وقت اپنے گھر پر دیکھ کر تھوڑا حیران ہوئے تھے۔

ارے شیری (شہیر) تم اس وقت۔ میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

ہاں کیوں اس وقت میں نہیں آسکتا کیا؟

شہزادے غصہ تو نہ کر۔ ویسے ہم سب دوستوں کو تیرا پتا نہیں ہے کیا کہ تم کرکٹ میچز اکیلے انجوائے کرتے ہو۔ ہم سب دوستوں کے ساتھ کہاں کبھی دیکھا ہے میچ تم نے یار۔۔

ہاں نہیں دیکھا مگر اب دکھنا ہے۔ اب باتیں ہی بگھارتے رہو گے یا پھر۔

اوہ اچھا آج تو مزا آجائے گا سب یہیں میرے پاس جمع ہیں۔ اور ہاں وہ رشید ٹڈا بھی دبئی سے آیا ہوا ہے۔ کل ہی آیا ہے یار کیا کایا پلٹ ہو گئی ہے اس کی۔

وہ اس کے گھر میں قدم رکھ چکے تھے۔ رشید ٹڈے کا سن کر منہ بن گیا۔ ان کا یہ دوست نہایت چھوڑو قسم کا تھا۔ اور اب

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

تو دبئی کے پھیرے بھی لگاتا رہتا تھا۔ اب تو اس کی اتراہٹ میں کچھ زیادہ ہی اضافہ ہو گیا تھا۔

ویسے یہ تو بتاؤ بھائی تمہارا بو تھا کیوں سوجا ہوا ہے۔۔۔۔

ایک کالی بلی راستہ کاٹ گئی تھی یار۔ صبح سے ہر کام غلط ہو رہا ہے میرا۔۔

اوہ بھائی تم کب سے شگن بد شگنی کے چکر میں پڑ گئے بھائی۔

جب سے ایک کالی بلی گھر میں آگئی ہے تب سے۔

ہیں اوہ سمجھ گیا۔۔۔۔ تم کس کی بات کر رہے ہو۔۔

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔ بچپن کا دوست تھا جانتا تھا وہ اپنی کزن سے کتنی نفرت کرتے تھے۔ اور جب بھی اس کی وجہ سے گھر میں ابا سے ڈانٹ پڑتی تو اسی سے آکر اپنے دکھڑے روتے تھے۔ ویسے اب عروسہ کا ذکر کرنا بند کر دیا تھا۔ جب سے سمجھ آگئی تھی کہ گھر کی خواتین کا ذکر یار دوستوں میں کرنا اچھی بات نہیں چاہے وہ ان کے دشمنوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور عروسہ سے چاہے جتنی بھی پرخاش وہ دل میں رکھتے تھے اسے اب یوں دوستوں کے سامنے ڈسکس کرنا اب بالکل ہی بند کر دیا تھا۔ سارا دن آج دوست کے پاس گزرا تھا پھر وہیں میچ بھی دیکھا اور رشید ٹڈے کے دبئی کے قصے بھی بے دلی سے سنتے رہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

اماں! ابا!

انہوں نے گھر کی دہلیز کے اندر قدم رکھتے ہی وہیں سے آوازیں انہیں دینا شروع کر دیں۔۔

کیا ہوا شہیر اتنا شور کیوں مچا رہے ہو۔۔

اماں سے پہلے ابا ہاتھ میں اخبار لئے باہر نکلے تھے۔۔

ابا مجھے ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی ہے۔ اسسٹنٹ مینیجر کی پوسٹ پر اپاؤنٹ کیا ہے مجھے۔

ارے واہ برخوردار۔ آج تو آپ نے بڑی اچھی خبر سنائی ہے۔ جلدی سے منہ میٹھا کرائیں سب کا۔

ارے کس بات پر منہ میٹھا کرانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اماں اور عروسہ ایک ساتھ ہی باہر نکلی تھیں۔ وہ ابا کے ساتھ لان میں رکھی ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ اور دونوں باپ بیٹے بہت خوش اور مطمعن نظر آرہے تھے۔ ورنہ ابا شہیر سے ہمیشہ نالاں ہی نظر آتے تھے۔ اور شیہر میاں ابا کے سامنے کم کم ہی سامنا کرنے کی سعی کرتے رہتے تھے نہ زیادہ سامنے آئیں اور نہ ابا کے تند و تیز کڑوی کسیلی باتوں کا حدف بنیں۔ لیکن ابا خوش تھے ان سے اور اماں اور عروسہ کے لئے ان کا بیٹے سے بدلا رویہ ایک خوشگوار حیرت کا سبب تھا آج۔

بھئی رخشندہ بیگم آپ کے بیٹے بھی آج سے کماؤ پوت ہو گئے ہیں۔

ارے ماشاءاللہ۔۔۔۔ میرا بیٹا۔۔

فرطِ مسرت سے آگے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔ فوراً ہی آگے بڑھ کر خوشی سے بیٹے کو گلے لگا لیا۔ اور جھٹ سے بلائیں بھی لے ڈالیں۔ اماں کے گلے لگے ان کے پیچھے کھڑی عروسہ پر نظر پڑ گئی تو عجیب سا منہ بنا لیا تھا انہوں نے۔ وہ جو خوشی سے ان ماں بیٹے کو گلے لگا دیکھ رہی تھی اور انہیں مبارک باد دینے کے

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

لئے لب بس وا ہی کئے تھے کہ ان کے چہرے کے تاثرات نے اسے روک دیا تھا کچھ بھی کہنے سے۔ دل کو ایک عجیب سی تکلیف ہوئی تھی۔ اور وہ اس منظر سے ہی ہٹ گئی۔ چپ چاپ کچن میں جا کر بے اختیار آنکھوں میں آئے اس پانی کو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

عروسہ بیٹے۔

جی ابا آئی۔

ابا کی آواز پر وہ باہر کچن سے نکل آئی۔ دیکھا تو ابا اور پھوپھو بیٹھے تھے لان میں شہیر موجود نہیں تھے۔

مبارک ہو ابا اماں ابا آپ کو۔۔۔۔

خیر مبارک بیٹی۔۔

تم کو بھی بیٹا بہت مبارک ہو۔ ویسے بیٹا تم کہاں چلے گئیں تھیں۔ شہیر کو مبارک باد بھی نہیں دی تم نے۔

وہ میں چائے بنانے کے لئے گئی تھی پھوپھو۔۔

ارے واہ چائے بھئی ہماری بیٹی کو کتنا خیال رہتا ہے ہمارا۔ اور ایک آپ ہیں بیگم۔

جی ہاں مگر یہ بھی دیکھیں عروسہ میں سارے گن میرے ہی ہیں۔ میرا ہی پرتو ہے میری بیٹی۔

عروسہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ اور دل ہی دل میں ابا کا شکر بھی ادا کیا تھا ورنہ پھوپھو کے پوچھنے پر پھر سے وہ آنکھوں میں آئے آنسو ان سے چھپا نہ پاتی۔ اور شہیر کو پھر موقع مل جاتا جلی کٹی سنانے کا۔ وہ ان دونوں کو یوں ہی کھٹی میٹھی نوک جھونک کے ساتھ چھوڑ کر کچن میں چلی آئی تھی۔ اور فریزر میں رکھے وان ٹان اور سپرنگ رولز نکال کر مائیکرو ویو میں ہلکا سا گرم کر کے چولہے پر پہلے سے رکھی تیل سے بھری گرم کڑھائی میں ڈالنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ تلن سے فارغ ہو چکی تھی اور اب سلیقے سے وان ٹان اور سپرنگ رولز ٹرے میں سجائے وہ لاؤنج میں چلی آئی دیکھا تو موصوف آ چکے تھے ایک عدد بڑے سے مٹھائی کے ڈبے کے ساتھ۔۔

آہا۔ واہ بھئی واہ! ہماری بیٹی نے تو آج خوب اہتمام کیا ہے بھئی ۔

ابا کی نظر اس پر پہلے پڑی تھی اور اسے اپنے من پسند سپرنگ رولز لاتا دیکھ کر خوش دلی سے بولے تھے پھوپھو نے بھی ان کے کہنے پر مسکرا کر دیکھا تھا اسے۔ مگر شہیر اس خوشی کے موقع پر بھی اس سے بیر لگائے بیٹھے تھے۔ اور ایسی نظروں سے گھورا تھا اسے کہ وہ ٹرے رکھ کر واپسی کے لئے مڑ گئی۔

ارے تم کہاں چل دیں۔۔۔۔ بیٹھو ہمارے ساتھ۔

پھوپھو کے کہنے پر وہ ناچار وہیں تخت پر بیٹھ گئی۔

بھئی شہیر میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ کھوپرے والی مٹھائی ضرور ڈلوانا۔ عروسہ کو کتنی پسند ہے۔ مختلف مٹھائیاں نظر آ رہی ہیں مگر وہی بھول گئے۔

اماں مٹھائی کا ڈبہ کھولتے ہوئے خفگی بھرے لہجے میں بولی تھیں۔۔۔۔

کوئی بات نہیں پھوپھو۔ خوشی کے موقع پر کوئی بھی مٹھائی چلے گی۔ وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کر مٹھائی کے ڈبے سے ایک مٹھائی کا چھوٹا سا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے خوش دلی سے بولی

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

تھی۔ بہر حال وہ دن اس گھر کے تمام مکینوں کے لئے ایک یاد گار دن ثابت ہوا تھا۔ اور شاید پہلی دفع دونوں کے درمیان کسی قسم کے تند و تیز جملوں کا تبادلہ نہیں ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆ ☆

انہیں نوکری کرتے چھ مہینے ہو گئے تھے۔ جب سے نوکری لگی تھی دونوں کی نوک جھونک بھی اب خال خال ہی ہوتی تھی۔ شام کے چھ بجے سے پہلے وہ گھر نہیں لوٹتے تھے۔۔ پھر شام کا کھانا کھا کر جو گھر سے باہر نکلتے تو رات گئے واپسی ہوتی تھی۔ پھر تھوڑا بہت ابا اماں کے پاس بیٹھتے اور پھر اپنے کمرے میں آکر جو سوتے تو پھر وہی صبح فجر پر اٹھتے تھے۔ یہی روٹین بن گیا تھا۔ عروسہ بھی ان کے سامنے کم سے کم آنے کی کوشش کرتی تھی۔ اماں ابا اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ جو آفس سے آنے کے بعد جو کھانا کھاتے ہی گھر

سے باہر جانے کی جلدی ہوتی ہے برخوردار کو تو اس کے پیچھے کیا وجہ ہے۔ یہ بات تو ان کی دشمنِ جاں کو پتا تھی کہ وہ باہر کس سے ملنے جاتے ہیں۔ یار دوستوں کا تو بہانا تھا صرف۔

اس دن بھی جب وہ گھر لوٹے تو اماں کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکے تھے۔۔

اماں آپ اس وقت۔۔

دو دن ہی ملتے ہیں وہ بھی تم باہر گزار دیتے ہو۔ خیر تمہارے ابا اور میں تم سے کچھ اہم بات کرنا چاہتے ہیں۔

کیسی بات اماں؟

انہوں نے پوچھا تھا۔۔۔

چلو میرے ساتھ ابا تمہارے کمرے میں ہی ہیں۔ وہیں چل کر بات کرتے ہیں۔

ان کے کہنے پر وہ خاموشی سے ان کے ساتھ اماں ابا کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ابا پلنگ پر تکئے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اور کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کو اماں کے ساتھ کمرے کے اندر آتا دیکھ کر کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

آیئے شہیر صاحب۔ آپ کو فرصت مل گئی آوارہ گردی سے ۔اب آپ شروع مت ہو جایئے گا بشیر۔۔۔

اماں نے ابا کو وہیں ٹوک دیا تھا۔ تو انہوں نے مزید شہیر کی کلاس لینے کی بجائے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

اچھا برخوردار اب تم نوکری بھی کرنے لگے ہو اچھی پوسٹ پر ہو۔۔۔ اب تمہارے کیا ارادے ہیں۔

میں سمجھا نہیں ابا۔۔۔

بیٹے تمہارے ابا کا مطلب ہے کے تمہیں اب اپنی خود کی زندگی شروع کرنی چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں اب۔ اور اسی سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہ رہے تھے۔ میں نے آہستہ آہستہ کر کے سب جوڑ رکھا ہے تمہارے ابا کی تنخواہ سے۔ زیور الحمدُللہ اتنا ہے کہ مزید لینے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اگر عروسہ پسند کرے تو ورنہ تڑوا کر اس کی پسند کے بنوا دونگی۔

ایک منٹ ٹھہریں اماں آپ نے یہاں عروسہ کا نام کیوں لیا ہے۔ عروسہ کا میری شادی سے کیا تعلق۔۔۔۔

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

اماں کی بات سن کر وہ چونکے تھے اور ایک دم بول اُٹھے۔
بہت گہرا تعلق ہے برخوردار۔۔ تمہاری شادی ہم عروسہ سے کرنے جارہے ہیں۔
یہ آپ لوگوں نے سوچا بھی کیسے ابا۔ میں اس کلن سے شادی کرونگا۔ جسے میں ایک منٹ بھی برداشت نہیں کرپاتا اسے۔ میں اس کے ساتھ ساری زندگی گزاردوں۔ نہیں ابا میں ایسا نہیں کرسکتا۔۔
کیا مطلب شادی تو تمہیں اسی سے کرنی پڑے گی۔
ابا غصے سے اس کی بات سن کر بولے تھے۔ انہیں اور اماں کو اس کے خیالات عروسہ کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا تھا۔۔
ہنہ مرتا مر جاؤنگا ابا مگر عروسہ سے۔۔ نہیں کبھی نہیں۔
عروسہ سے اچھی لڑکی تمہیں نہیں ملے گی شہیر۔ تم پچھتاؤ گے۔
رخشندہ بیگم! اپنے الفاظ زائع مت کیجئے۔ کوئی فائدہ نہیں۔ سمجھایا اسے جاتا ہے جو سمجھنے کو راضی ہو۔ اور آپ کے برخوردار نے پہلے سے ہی ڈیسائیڈ کر لیا ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ کمانے لگے ہیں ناخود مختار ہو چکے ہیں۔ انہیں اب ہماری ضرورت نہیں۔
ابا اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ میں عروسہ کو پسند نہیں کرتا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کی عزت نہیں کرتا
آپ کا ہر فیصلہ سر آنکھوں پر مگر مجھے اس کے لئے مجبور مت کیجئے۔ اگر آپ اپنی ضد پر اڑے رہے اور اگر یہ شادی ہو بھی

ہم تو رہتے تھے خوابوں میں
کرتے تھے ہر روز امید سجدہ
طلب زندگی رہتی تھی صبح شام
جب کھلتا تھا چہرا چاندنی جیسا
اک روز آیا جب ہوئی جدا میں
ہوی حقیقت اشکار مجھ پے
خواب تو ہیں بس خواب
اپنے تو ہیں اپنے
ان بن نہ آے چین اک پل
کس قدر تھی تلاش زندگی رشنا
اب زندہ لاش بن کر جی رہی ہوں میں
خاموش ہیں لب میرے
جگر میں ہیں تنہایاں بے شمار
ہم چلتے تو ہیں ان قدموں سے
مگر راستے بھول جاتے ہیں اکثر
جو رہتی تھی ساعتے
اب تو بھول جاتے ہیں دیکھنا بھی
رچ گئی ہیں ہر نبز میں یادیں تیری
صبر ہے تو نس اتنا زندہ ہوں میں

(سماویہ چوھری عبید اللہ)

(شہر. لاہور)

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

گئی تو نہ میں خوش رہ پاؤنگا اور نہ آپ لوگوں کی چہیتی عروسہ۔
اور آپ لوگ بھی ہمیں اس طرح دیکھ کر بے سکون رہینگے۔
ٹھیک ہے۔۔ جاؤ بھائی ہم تمہیں اب مجبور نہیں کرینگے۔۔
ابا ان کی بات سن کر تھکے تھکے لہجے میں بولے تھے۔ اماں کو تو ان کی بات سن کر دلی صدمہ ہوا تھا۔ وہ تو آگے سے کچھ بول ہی نہیں پائیں انہیں کچھ۔ کتنا ارمان تھا انہیں اپنے مرحوم بھائی بھاوج کی نشانی کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس ہی رکھنے کا۔ اپنے بیٹے کی بہو کے طور پر اسے ہمیشہ دیکھا تھا۔۔ مگر افسوس انکے بیٹے نے ان کے اس خواب کو تعبیر ملنے سے پہلے ہی زمین بوس کر دیا تھا۔ بہر حال ابا کے کہنے پر وہ کمرے سے نکل گئے تھے۔ مگر نکلتے ہی ٹھٹک کر رک گئے دروازے کے پاس وہ کھڑی تھی جس سے وہ بے انتہا نفرت کرتے تھے۔ اور یہ بغض اور عناد بچپن سے ہی دل میں پرورش پا رہا تھا۔ اس کی ہر اچھائی اور خوبی پھر کہاں انہیں نظر آتی۔ وہ سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر ان کا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔۔ ابھی وہ اسے کچھ بولنے ہی والے تھے کہ اس نے اپنا جھکا سر اٹھایا تھا۔ کچھ تھا ان بڑی بڑی آنکھوں میں جس کے سبب وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔ اور نا جانے کیوں ایک عجب سے درد کا احساس جاگا تھا۔ وہ اپنی کیفیت کو سمجھ نہ پائے۔ بس اسے دیکھے گئے اور پھر ایک دم سر جھٹکا تھا انہوں نے اور تیزی سے وہاں سے نکل گئے تھے۔

☆ ☆ ☆ ☆

اماں! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔۔۔
بولو سن رہی ہوں۔
وہ میں چاہتا ہوں کہ آپ غفور انکل کے گھر میرا رشتہ لے کر جائیں ان کی بیٹی آسیہ کے لئے۔۔۔
اماں جو پالک کاٹتے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھی تھیں نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔۔ اور پھر سر جھکا لیا۔۔۔۔۔
اماں آپ نے جواب نہیں دیا مجھے۔۔۔۔
جو تم چاہتے ہو وہی ہو گا۔ تمہارے ابا اور میں چلے جائینگے بیٹا ان کے گھر۔۔
مگر کب اماں۔۔
وہ انکی بات سن کر خوشی سے بولے تھے۔۔
تم کہو تو آج ہی شام میں چلے جاتے ہیں اور اگر صبر نہیں ہو رہا تو ابھی جا کر بات کر آتی ہوں میں۔
وہ بہت سنجیدہ لہجے میں انہیں دیکھ کر بولیں تھیں۔۔
ارے نہیں اماں میں نے تو بس آپ کو اپنی پسند بتانا تھی اور بس۔۔
ٹھیک۔۔
ان کے اتنا بولنے پر بس اتنا کہا تھا انہوں نے۔ وہ جو پیچھے کھڑی ماں بیٹے کی گفتگو سن رہی تھی۔ کچھ ہوا تھا اس کے دل کو۔ ٹوٹا تھا اندر کچھ اس کے۔ جس کی آواز صرف وہ سن سکتی تھی۔۔
چلو خوش فہمی بھی ہوا ہوئی
چلو یکترفہ محبت بھی
اپنے انجام کو پہنچ گئی

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

میرے دل ابھی ٹھہر جا ذرا
کچھ اور ترکش میں تیر باقی ہیں
میر دشمن کے ابھی۔

دل سے ندا آئی تھی۔ درد سے بھرے شعر اس رات اس نے اپنی پیاری ڈائری کی نظر کئے تھے۔ آخری بار وہ روئی تھی اس ہر جائی کے لئے۔ آخری بار جشن منایا تھا اپنی محبت کی ناقدری کا۔ آخری بار بس آخری بار

☆ ☆ ☆ ☆

آج ان کی منگنی تھی آسیہ سے۔ وہی آسیہ جس سے شادی کے خواب وہ دیکھتے تھے۔ اسے پانے کی چاہ رکھتے تھے لیکن بے روزگاری کے سبب اپنی خواہش کو دل میں چھپائے بیٹھے تھے۔ آج وہ ان کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھی تھی۔ انہی کی طرح گوری چٹی خوبصورت نازک سی آسیہ۔ اسی وقت عروسہ اماں کے ساتھ اوپر اسٹیج پر اماں کو سہارا دیتے ان کا ہاتھ پکڑے چڑھی تھی اور اماں کو آسیہ کے پاس بٹھا دیا تھا اور خود اسٹیج پر رکھے سنگل سوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ گرے کلر کے خوبصورت ڈیسنٹ سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس کا سانولا روپ دمک رہا تھا ایک بار ان کی نظر اس پر پڑی تھی۔ اور پھر آسیہ کے سوہنے روپ نے انہیں اس کی اور دوبارہ دیکھنے نہیں دیا تھا۔۔

☆ ☆ ☆ ☆

ان کی منگنی ہوئے بھی دو مہینے بیت گئے تھے۔۔۔ اس دن آفس سے آئے تو اماں نے بڑی خوشی سے بتایا تھا کہ ان کے چاچا جو ڈنمارک میں رہتے ہیں دو دن بات پہنچ رہے ہیں اپنی فیملی کے ساتھ۔۔

اتنے عرصے بعد ہماری یاد کیسے آگئی فہیم چاچا کو۔۔۔

ارے تمہارے اکلوتے چاچا ہیں اور تم اس طرح بول رہے ہو۔ بھئی ویسے وہ تمہارے کزن نعمان کی شادی پاکستان میں کرنا چاہتے ہیں۔۔

اچھا حیرت ہے خود ایک ڈچ عورت سے شادی کی مگر اپنے سپوت کے لئے ایک دیسن ڈھونڈ رہے ہیں۔۔

وہ بولے تو اماں کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی۔۔

تمہاری چاچی ہم سے زیادہ باعمل مسلم ہے۔ باحجاب۔ انہوں نے شادی سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ تمہارے چاچا سے ان کی ملاقات تو کافی دیر بات ہوئی تھی۔

وہ بولیں تو انہوں نے کندھے اچکائے تھے اور باتھروم میں گھس گئے۔

☆ ☆ ☆ ☆

فہیم چاچا اور ان کی فیملی کو پاکستان آکر ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ فہیم چاچا کا بھی ایک ہی اکلوتا بیٹا تھا۔ خدیجہ آنٹی بڑے دھیمے لہجے میں روانی سے اردو بولتی شہیر کو حیران کر گئیں تھیں۔ اور نعمان بھی اچھی خاصی اردو بول لیتا تھا۔ اس وقت بھی سب لاؤنج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ابھی شہیر گھر نہیں پہنچے تھے۔

خدیجہ میں کل تمہیں مسز ہمدانی کے پاس لے چلوں گی۔ میری بہت اچھی دوست ہیں۔ ان کی بیٹی عروسہ کے ہی عمر کی

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

ہے۔ بڑی پیاری بچی ہے۔ سلیقہ مند۔ پڑھی لکی۔ ایم بی بی ایس ابھی کمپلیٹ کیا ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے بھابھی مگر۔۔

مگر کیا۔ بھئی کوئی زبردستی تھوڑی ہے۔ اچھی لڑکی ہے۔ اگر اچھی لگے تو بات آگے بڑھائینگے ورنہ نہیں۔

بھابھی نعمان کو جیسی لڑکی چاہیئے وہ جب گھر میں ہی موجود ہے تو باہر ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔

تمہارا مطلب عروسہ۔ اپنی عروسہ مگر میری بیٹی تو صرف انٹر پاس ہے۔

تو کیا ہوا بھابھی۔ شادی کے بعد اگر وہ آگے پڑھنا چاہے تو تعلیم کا سلسلہ جو منقطع ہو گیا ہے پھر سے وہیں سے شروع کر سکتی ہے۔

تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ مگر نعمان۔ کیا نعمان سے خدیجہ تم نے بات کی ہے۔ کیا وہ عروسہ کے لئے راضی ہے۔

ان کی بات سن کر اماں تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ مگر ذہن میں ایک خدشے نے سر اٹھایا تو فوراً پوچھ بیٹھیں۔

نعمان نے خود مجھ سے کہا ہے بھابھی۔ اسے عروسہ بڑی پسند آئی ہے۔ آپ نے اس کی بڑی اچھی تربیت کی ہے۔۔ اور نعمان کو ایسے ہی لائیف پارٹنر کی ضرورت ہے۔۔

ہمیں بھی بڑی خوشی ہو گی خدیجہ فہیم۔۔ اسی بات پر کچھ میٹھا ہو جائے رخشندہ بیگم۔

ابا خوشی سے بولے تھے۔۔

کیوں نہیں بھابھی آج آپ ہم سب کے لئے گجریلا بنا لیجئے۔ یقین مانئے ترس گیا ہوں آپ کے ہاتھ کے میٹھوں کے لئے۔ خدیجہ کھانے اچھے بنا لیتی ہیں مگر اپنے دیسی میٹھے بنانا سیکھ نہیں سکیں۔

فہیم ماموں بولے تھے تو خدیجہ تھوڑی سی خجل ہوئی تھیں اور اماں نے ہنستے ہوئے کچن کی راہ لی تھی۔

☆ ☆ ☆ ☆

وہ گھر پہنچے تو سب کو لاؤنج میں موجود پایا۔ عروسہ اماں اور خدیجہ چاچی کے درمیان تخت پر بیٹھی تھی۔ اماں بار بار عروسہ کو لپٹا رہی تھیں پیار کر رہی تھیں اور خدیجہ آنٹی نے عروسہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

اسلامُ علیکم۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔

بھئی واہ بہت اچھے موقع پر آئے ہو بھائی تم۔ لو منہ میٹھا کرو۔ ہماری بھابھی نے گجریلا بنایا ہے۔۔

مگر کس خوشی میں فہیم چاچا۔

فہیم چاچا نے انکے منہ میں گجریلے سے بھرا چمچ ڈال دیا تو ان سے پوچھا تھا۔

ہم نے نعمان اور عروسہ کا رشتہ طے کر دیا ہے برخوردار۔ اسی مہینے کی بیس تاریخ کو شادی ہے دونوں کی۔

ابا نے بہت سپاٹ انداز میں انہیں بتایا تھا۔ بلکے شاید جتایا تھا انہیں کے تم نے ٹھکرایا اسے مگر تم سے بہتر اللہ نے اس کی زندگی میں شامل کر دیا۔

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

وہ چونکے تھے۔ میٹھا حلق سے اترنا مشکل ہو گیا تھا اس لمحے۔ بے اختیار اسے دیکھا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے پاک تھا۔

نعمان کو مبارک باد نہیں دو گے تم۔۔

ابا نے پھر ٹیز کیا تھا۔۔

مبارک ہو۔۔۔۔۔

ابا کے کہنے پر انہوں نے نعمان کو مبارک باد دی تھی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

ارے ہمارے ساتھ کچھ دیر تو بیٹھو۔

فہیم چاچا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ آپ لوگ بیٹھیں میں تھوڑا ریسٹ کرونگا۔

ان سب کو وہیں چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔ اور خلافِ معمول منہ ہاتھ دھوئے بغیر ہی اپنے بیڈ پر لیٹ گئے تھے۔ کچھ عجیب سی کیفیت نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ کتنی دعائیں مانگی تھیں انہوں نے کے وہ ان کے گھر سے ہمیشہ کے لئے چلی جائے۔ اسے برداشت کرنا ان سے دوبھر ہو گیا تھا۔ وہ تو اس کی جلد از جلد شادی ہو جانے کی بھی دعائیں مانگا کرتے تھے مگر آج جب اس کا رشتہ ان کے اپنے کزن سے طے ہو رہا تھا تو پتا نہیں کیوں انہیں یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ایسی ہی سوچوں میں گھرے ہوئے تھے تب ہی سیل فون نے بجنا شروع کر دیا۔ بے دلی سے فون اٹھایا تھا انہوں نے۔۔

ہیلو۔۔۔۔۔

کہاں ہو شہیر۔ کب سے ویٹ کر رہی ہوں تمہارا۔

ہاں کچھ تھکن سی ہو رہی ہے آسی (آسیہ)۔

ارے ابھی تو جب تم ڈرائیو کر رہے تھے تبھی تو ہماری بات ہوئی تھی تب تو بالکل ٹھیک تھے تم۔ اب کیا ہو گیا تمہیں۔ ضرور اس کلن نے موڈ خراب کیا ہو گا۔

وہ نان اسٹاپ بولے گئی تھی۔ اور ہمیشہ رس گھولتی آواز انہیں اس وقت زہر لگ رہی تھی۔ اور دل چاہ رہا تھا کے وہ پٹر پٹر بولنے کی بجائے چپ ہو جائے اور فون بند کر دے۔

میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے آسی۔ میں آج نہیں آسکتا۔ سوری۔

یہ کہہ کر مزید اس کی سنے بغیر فون بند کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆ ☆

دل میں تیری تمنا ہے کیا کیا جائے
حالات پر سار ہیں کیا کیا
میرے ارادے بھی پرختا ہیں کیا کیا جائے
تجھ سے خفا بھی ہوں کیا کیا جائے
تجھ پے بھروسہ ہے اور نہیں بھی کیا کیا جائے
جن سے غرض ہے وہ ترکش ہیں کیا کیا جائے
اک ہم ہی وفادار ہیں کیا کیا جائے

(سماویہ چوھدری عبید اللہ)

(شہر. لاہور)

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

آج چھٹی تھی۔ آج وہ گھر ہی پر تھے۔ کل ہی تو انہیں پتا چلا تھا کہ عروسہ اور نعمان کی بات طے ہونے کا۔ آسیہ ان سے سخت ناراض تھی۔ مگر اسے منانے اس کے گھر تو جانا دور کی بات تھی اسے فون تک نہیں کیا تھا۔۔۔ وہ ان کی منظورِ نظر تھی ان کی من پسند۔ مگر پتا نہیں کیوں وہ اس سے دور بھاگ رہے تھے۔

وہ جب اپنے کمرے سے نکلے تو نعمان کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر منہ بن گیا۔ اسی وقت وہ بھی اماں کے کمرے سے نکلی تھی ہلکے فیروزی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے۔ ڈھیلی ڈھالی چوٹی ڈالے۔ نکھرا نکھرا وجود۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھے گئے۔ اس کی بھی نظر اٹھی تھی ان کی طرف۔ اور چونکی تھی ان کے اس طرح دیکھنے پر۔ پھر فوراً ہی نظریں پھیر لیں۔

اسلام ُعلیکم شہیر کیسے ہیں آپ۔

نعمان خوش دلی سے بولے تھے۔

وعلیکم اسلام۔۔ میں ٹھیک ہوں آپ سناؤ۔

وہ نعمان کے پاس سوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے تھے۔

الحمدُ اللہ۔ اللہ کا احسان ہے۔ اچھا مجھے اجازت دیجئے۔

چلیں عروسہ۔۔

جی۔۔۔۔

وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔۔۔ اور وہ چونکے تھے۔۔۔۔

آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں۔۔۔

جی میں اور عروسہ شاپنگ پر جا رہے ہیں۔ بہت کم ٹائم رہ گیا ہے اور مما چاہتی ہیں جو بھی عروسہ کے لئے لوں انہی کی پسند کا لوں۔

کیا مطلب۔ بہت کم ٹائم رہ گیا ہے۔ میں سمجھا نہیں۔

اسی ہفتے دونوں کا نکاح ہے شہیر۔

اماں کی آواز پر انہوں نے چونک کر دیکھا تھا انہیں۔ اور بے اختیار عروسہ پر نظریں ٹک سی گئی تھیں۔ اسی پل اس نے بھی نگاہیں اٹھائیں تھیں انہیں دیکھا تھا۔ بس وہ ایک لمحہ تھا جب نظروں سے نظریں ملیں تھیں۔ اور آگہی کا در ان پر کھول گئی تھیں۔ ایک ایسا درد جگا گئی تھیں جو اب وقت کے ساتھ ناسور بن جانا تھا۔ اماں سے ان کی یہ کیفیت چھپی نہ رہ سکی۔ وہ تاسف سے اپنے بیٹے کو دیکھتی رہ گئیں۔ نعمان نے انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے باہر کی راہ لی تھی اور عروسہ جب ان کے پاس سے ہو کر گزری تو بے اختیار دل نے اسے پکارا تھا۔ نہ جانے کیسے اس نے ان کے دل کی آواز سن لی تھی۔ وہ رکی تھی اور ایک نظر ان کو دیکھا تھا۔ بس وہ ایک نظر۔ جو انہیں بری طرح گھائل کر گئی تھی۔ وہ چلے گئی۔ مگر وہ وہیں کھڑے رہ گئے۔ ان کی نگاہوں نے دیر تک اس کا پیچھا کیا تھا جب تک وہ مین ڈور سے باہر نہ نکل گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆

آج اس کا نکاح تھا۔ وہ گھر پر ہی تیار ہوئی تھی۔ مگر جو رنگ و روپ اس پر آیا تھا۔ وہ ان کی گوری چٹی منگیتر پر مہنگے ترین پارلر سے تیار ہو کر بھی نہیں آیا تھا۔ تھوڑی در بعد سب کو

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

ہوٹل کے لئے نکل جانا تھا۔ وہیں پر نعمان اور عروسہ کا نکاح بھی ہونا تھا۔ اماں ابھی عروسہ کی بلائیں لے کر آنکھوں میں آئے آنسوئوں کو اپنے دوپٹے سے پوچھتی باہر نکلی تھیں۔ انہوں نے اماں کو نکلتے دیکھا تھا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے وہ اس کے کمرے تک پہنچے تھے۔ اور آہستہ سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں مگن تھی اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ وہ اسے دیکھ رہے تھے بہت ہی ہلکے گلابی اور گرے رنگ کے سلور اور ڈل گولڈ کے کارچوبی اور موتیوں اور نگینوں کے کام والا شرارہ پہنے وہ بے انتہا حسین لگ رہی تھی۔ سر جھکائے نا جانے کیا سوچ رہی تھی۔

عروسہ!

ہلکے سے اس کا نام پکارا تھا درد سے بھری اس پکار پر اس نے سر اٹھایا تھا۔ اور حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو دیکھ کر وہ بے اختیار اس کے قریب بیٹھ گئے تھے۔

میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں عروسہ۔ کچھ بتانا چاہتا ہوں تمہیں۔ جسے میں نفرت سمجھتا رہا تمہارے لئے وہ نفرت نہیں تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ تم نے میری جگہ لے لی ہے۔ اماں ابا کو تم سے زیادہ محبت ہے بہ نسبت میرے۔ میں سمجھتا تھا کے تم یہاں سے چلے جاؤ گی تو ہی مجھے سکون ملے گا۔ کتنا نادان تھا نا میں۔ تمہیں ٹھکرا کر سمجھتا تھا کہ میں نے جو کیا سہی کیا۔ اماں نے کہا تھا مجھے۔ تم بہت پچھتاؤ گے شہیر اور میں ان کی اس بات پر اس وقت دل میں خوب ہنسا تھا۔ مگر انہوں نے کتنا صحیح کہا تھا۔ آج میں واقعی میں پچھتا رہا ہوں۔ تمہیں کھو کر ۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔ میں ۔۔۔ ہنہ میں سمجھتا تھا کہ میری تمام محرومیوں کی ذمہ دار تم ہو۔ مگر میں نادان نے بہت دیر کر دی یہ سمجھنے میں کہ تم ہی سے تو میری زندگی میں بہار تھی۔ تمہارے جانے کے بعد تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔۔ سب کچھ۔۔

پھر وہ رکے نہیں تھے۔ بہت تیزی سے اٹھ کر اس کے کمرے سے نکل گئے تھے۔ اور وہ حیرت اور غم کی تصویر بنی ان کے پیچھے بند ہوتے دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆

عروسہ کے نکاح کو چھ مہینے گزر چکے تھے۔ اور اب وہ اپنے شوہر نعمان کے پاس جانے والی تھی۔ اماں لاؤنج میں بیٹھی تھیں تبھی پڑوس سے خالہ نسیم آگئیں ملنے اور دونوں اِدھر اُدھر کے قصے لے کر بیٹھ گئیں۔

ویسے شہیر میاں کی منگنی ٹوٹنے کا بڑا افسوس ہوا ہے مجھے۔ وہ آسیہ تھی بھی ایسی ہی۔ سنا ہے ہر لڑکے کے ساتھ ہی اس کا چکر تھا محلے کے۔ اچھا ہی ہوا شہیر میاں کی جان چھوٹ گئی۔ اس چھمک چھلو سے۔

اماں کیا جواب دیتیں خاموش ہو رہیں۔ سامنے سے آتے شہیر نے بھی خالہ کی بات سنی تھی اور ذخمی سی مسکراہٹ چہرے پر پھیل گئی تھی ان کے۔

☆ ☆ ☆ ☆

Downloaded From http://Paksociety.com

Downloaded From http://Paksociety.com

میں محمد شہیر خان ایک تنگ دل اور خود پسند شخص ۔ اپنی جھوٹی انا اور خود ساختہ محرومی کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔ اپنی ذات سے جڑے ہر رشتے کو دکھی کرتا ان کے جذبات کو اپنی نفرت کے ترازو میں تولتا انہیں روندتا چلا گیا۔ میری نفرت عروسہ سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتی تھی۔ نہیں جانتا تھا کہ یہی نفرت آگے جا کر کیا گل کھلائے گی۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے دل میں عروسہ کے لئے نفرت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ نہیں جانتا تھا اس نفرت کے بیچ محبت کا بیج بچپن میں میرے دل کی زمین میں بویا جا چکا ہے۔ جو چپکے چپکے وقت کے ساتھ ایک تناور محبت کے درخت میں تبدیل ہو جائے گا۔ جس کی جڑیں میخوں کی طرح میرے دل کی زمین میں گڑھ چکی تھیں اور اس محبت کو اکھاڑنا میرے بس سے باہر ہو جائے گا اور نفرت کی سوکھا سڑا پیڑ اس کے سامنے ٹھہر نہ پائے گا۔ دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے چلے گئے۔ عروسہ ڈنمارک چلے گئی اور اماں ابا میری شادی کا خواب آنکھوں میں سجائے اس دنیا سے آگے پیچھے ہی رخصت ہو گئے۔ اور میں رہ گیا تنہا اور اکیلا۔ خالی دامن۔ صرف پچھتاووں کے ساتھ۔ کبھی سوچتا ہوں میں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ خود کی تباہی کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔ کاش میں پہلے جان لیتا کہ وہ میرے لئے کیا ہے تو شاید حالات ایسے نہ ہوتے۔ وہ میرے پاس ہوتی مگر۔۔ افسوس آگہی کا در کھلا بھی تو اس وقت جب مجھ پر سارے در بند ہو چکے تھے بخت کے۔ عروسہ پھر کبھی پاکستان نہیں لوٹی۔ اس کے لئے رہ ہی کیا گیا تھا یہاں اماں ابا کے بعد۔ اور میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ واپس لوٹے۔ اور مجھے اس حال میں دیکھے۔ میں نے اپنی زندگی یوں ہی تباہ کر دی۔ میں نے شادی نہیں کی۔ عمرِ زیاں کا احساس شدد سے ہونے لگا ہے۔ مگر گیا وقت لوٹ کر واپس نہیں آسکتا۔ یہ محبت رگِ جاں سے لپٹ گئی ہے میرے۔ سانسوں کے تھمنے پر ہی اس درد کا احساس ختم ہو گا اب۔ شائد مجھ جیسے کے لئے یہی سزا قدرت نے رکھی تھی۔ اور اسی طرح مجھے جینا تھا عمرِ زیاں کے احساس کے ساتھ۔

دیکھ کر اسکی آنکھ میں آنسو
دل بیچارا رویا تھا بہت
نہ نبھا سکا جو عہد وفا
اسی کا غم ستاتا تھا بہت
جیت کر بھی ہار گیا ہوں میں
کچھ اس طرح سے وہ ہارا تھا بہت
میں جانتا ہوں محبت کو مگر
حق الفت اسی نے نبھایا تھا بہت
جسے تنہا چھوڑ کر چل دیا تھا میں
پھر اسے ہی دل نے پکارا تھا بہت
چھوڑ گیا وہ یہ شہر بھی دیکھو
کچھ اس طرح اسے ستایا تھا بہت
ڈھونڈتا ہوں گلی گلی جسے اب
وہی ایک شخص نایاب یہاں تھا بہت

☆ ☆ (ختم شد) ☆ ☆

Downloaded From http://Paksociety.com